عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
ماہنامہ غزالی

ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/دسمبر ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد: ھفتم

شمارہ: 4

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: <<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

دعا (پہلی قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن انعامات خاصہ سے انسان کو نوازا ہے ان میں ایک دعا بھی ہے۔ دعا ایمان کا نشان، تعلق الٰہی کی دلیل، مغزِ عبادت، حقیقتِ عبودیت، جانِ بندگی، روحِ فقر اور رونقِ درویشی ہے۔ دعا بندہ ورب کا رابطۂ قویہ، مومن کا اسلحہ، بے تاب روح کی غذا، جانِ حزیں کا اقرار، زخمی دل کا مرہم اور سوختہ سامان عشاق کی نامرادیوں کا مداوا ہے۔ دعا فقراء کا خزانہ، مسکینوں کا توشہ، ناداروں کی ڈھارس، لاچاروں کی تسکین، بے نواؤں کی تسلّی، ضعیفوں کی قوت، راہِ حق کے طلب گاروں کی ڈھال اور سالکینِ طریق کا زادراہ ہے۔ دعا کا شغف واشتغال، اس میں الحاح وزاری، تضرع و خشوع اور ابتہال وتبتل (سب سے کٹ جانا)، توحید وللّٰہیت اور صفات الٰہیہ پر ایمانِ کامل اور یقینِ راسخ کا نتیجہ ہے۔ دعا جامع الاسباب، ام الذرائع، کلید خیر اور مطلب براری کی احسن واکمل تدبیر ہے۔ دعا دارین کی حاجات وضروریات کے انجاح وحصول (حاصل ہونا) کا اقویٰ واجمل سبب ہے دعا درماندہ بندہ کی اپنے رحیم وکریم آقا کے دربار میں مناجات، پکار وعرضداشت ہے جس کا ہر بول بندہ اور آقا کے تعلق کو قوی سے قوی تر کرتا ہے۔ ایک فقیر بے نوا کا سرمایہ ہی دعا اور قوتِ دعا ہے۔ کہ فقرا کی حقیقت ہی 'الحمید' میں سب کچھ دیکھ کر اپنی بے مائیگی، ہیچ در ہیچ ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا ورضا، تفویض وتسلیم، عبدیت وعبودیت کے وظیفہ میں اپنی زندگی گذار دینا ہے۔ محبوب ازل کا محبّ صادق اور حمیدِ مطلق کا طالبِ حقیقی ہر آن قلباً وحالاً اپنے ربّ کے سامنے سجدہ ریز اس کے ساتھ مناجات ودعا میں مشغول رہتا ہے اس لئے فخر الفقرا سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جز وکل دعا ومناجات سے مملو (بھرا ہوا) ملتا ہے، کہ جس قدر حقیقتِ فقر وعبدیت میسر آئے گی انسان میں تبتّل اور

ا؎ يَآيُّهَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ (فاطر:۱۵)

ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی اکیلا بے نیاز اور سراپا ستائش ہے۔

التجاء الی اللہ اور احتیاج کی کیفیت بڑھتی جائیگی۔ صحیفہ اسلامی دعا کی عظمت و برکت پر دال اور قصصِ انبیاء اجابتِ دعا پر ناطق اور اسوہ نبویہ اور احادیثِ مبارکہ دعا کے فضائل و اہمیت پر شاہد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (المؤمن:۶۰)

ترجمہ: اور کہا پروردگار نے دعا کرو مجھ سے قبول کروں گا تمہارے واسطے۔ تحقیق وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے، شتاب (جلدی) داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر۔

دوسری آیت ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ میری طرف سے فرما دیجئے) میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار (دعا) کو قبول کر لیتا ہوں جب وہ مجھ کو پکارتا ہے۔ پس ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں۔ امید ہے کہ وہ لوگ رشد (فلاح) حاصل کر سکیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہے

اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (ھود:۶۱)

ترجمہ: تحقیق میرا پروردگار نزدیک ہے دعا قبول کرنے والا۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ارشاد ہے

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ (ابراھیم:۳۸)

ترجمہ: بیشک میرا رب سنتا ہے دعا کو

پہلی آیت مبارکہ میں دعا کو قبولیت کے مترادف قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ارشاد

نبوی ہے۔ **الدعاء ھو العبادۃ** دعا ہی عبادت ہے

پھر آپ نے تائید میں محولہ بالا آیت پڑھی (جمع الفوائد: ص ۶۱۵، ج: ۲ بحوالہ ابوداؤد والترمذی)

دوسری روایت میں ہے

الدعاء مخ العبادہ

دعاء عبادت کا مغز ہے۔ (جمع الفوائد: ص ۶۱۵، ج: ۲ بحوالہ ترمذی)

دوسری مرفوع روایات میں ہے:

"اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز معزز نہیں۔"

"جس کے لیے دعا کے دروازے کھل گئے اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ دعا نازل شدہ مصائب میں اور جو ابھی نازل نہ ہوئے ہوں سب میں فائدہ دیتی ہے۔ قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے۔ پس دعا کو لازم پکڑو۔" (جمع الفوائد، ص ۶۱۵ ج: ۲ بحوالہ ترمذی)

شیخ الکل حضرت تھانوی قدس سرہٗ دعا کے بارے میں مناجات مقبول کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں؛ "کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو ہر قسم کے صلاح وفلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دارین کے صلاح وفلاح کے واسطے اسباب متکثرہ وابواب متعددہ موضوع فرما دیئے کہ اہل حاجت ان سے مدد لیں اور عقبات ومہالک سے نجات پائیں۔ ان اسباب مذکوہ میں بجز دعا کے جتنے اسباب ہیں ان کے مسببات خاص خاص امور ہیں چنانچہ اسباب طبیعہ کا (مثل زراعت، تجارت و طبابت کے) اصلی مقصود فلاح دنیوی بنایا گیا ہے۔ گو بواسطہ معین دین بھی ہو اور اسباب شرعیہ کا (مثل صوم وصلوٰۃ وحج کے) مقصود بالذات فلاح دینی ٹھہرایا گیا ہے۔ گو بالعرض نافع دنیا بھی ہو۔ مگر صرف دعا ایک ایسی چیز ہے کہ فلاح دین وفلاح دنیا دونوں کے لئے بالمساواۃ ایک مرتبہ میں مشروع وموضوع ہے جس سے بوجہ اس جامعیت کے اس کی وقعت وعظمت ظاہر وباہر ہے، اس لیے قرآن مجید و حدیث شریف میں نہایت درجہ اس کی ترغیب وفضلیت اور تاکید جا بجا وارد ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ

دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے، اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی قبولیت کی یہ بھی شکل ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے۔ پس دعا کر کے خواہ قبول ہونا معلوم ہو یا نہ ہو بدگمان نہ ہونا چاہئے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز قدر و منزلت کی نہیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں اس کو چاہئے کہ خوشی عیشی کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا مصیبت کے دعا مانگنے کا اثر مصیبت کے وقت مانگنے میں ہوتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ دعا میں ہمت نہ ہارو کیونکہ دعا کرتے ہوئے کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ اور ارشاد فرمایا کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان اور زمین کا نور ہے۔ حضور ﷺ کا ایک بلا زدہ قوم پر گزر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے عافیت کیوں نہیں مانگتے۔ اور فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جو دعا میں اَڑ جائے اور پھر اس کو عطا نہ ہو خواہ سرِ دست اس کو دے دیں یا آئندہ کے لئے جمع کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر صورتیں اس کی مختلف ہیں، کبھی وہی چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لئے جمع ہو جاتا ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی اس کی برکت سے بلا ٹل جاتی ہے۔ غرض اس دربار میں ہاتھ پسارنے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگوں کو عوام تو کیا بہت سے خواص کو بھی اس سے محض بے رغبتی و بے توجہی ہے۔ حتیٰ کہ جو معمولِ اوقات دعا کے ہیں، جیسے نمازِ پنجگانہ ان میں بجز آموختہ سا پڑھ لینے کے اصلاً الحاح یا دلچسپی کا اثر تک نہیں پایا جاتا۔ اور یہ سمجھ کر دعا کرنے کا تو ذکر ہی کیا کہ یہ عرضداشت اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک میں پیش کر دینا اور بار بار التجا کرنا اپنی مطلب برآری کا قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ تکرارِ عرض و معروض سے روزانہ امیدیں ابھرتی اور تازہ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بڑی ہی مصیبت پڑتی ہے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے کام نہیں چلتا تب بہ مجبوری کسی ایک آدھ کو شاذ و نادر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، وہ بھی دعا کے ساتھ نہیں بلکہ بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ کوئی وظیفہ، عملِ

عزیمت شروع کردیا خواہ شرع کے موافق ہو یا مخالف اور اگر کسی نے بڑی احتیاط کی اور موافقت شرع کا بھی لحاظ کرلیا تب بھی ان اعمال میں وہ برکت کہاں جو اللہ ورسول ﷺ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں میں ہے۔

غرض مقدمۂ دعا میں چند کوتاہیاں واقع ہورہی ہیں۔

اول: بغیر آڑے وقت کے دعاؤں کی طرف توجہ نہ ہونا۔

دوم: ایسے وقت میں بھی اللہ ورسول ﷺ کی بتلائی ہوئی دعائیں چھوڑ کر نئے نئے وظائف پڑھنا۔

سوم: بدشوقی و بے رغبتی سے دعا کرنا اور جی نہ لگانا۔

چہارم: قبولیت کا یقین اور امنگ نہ ہونا۔

پنجم: جلدی کا تقاضا مچانا اور ذرا توقف ہوجائے تو تنگ ہوکر چھوڑ دینا۔

ان کوتاہیوں کے تدارک کرنے کے لئے بمقتضائے مصلحت وضرورتِ وقت مناسب معلوم ہوا کہ جو جامع دعائیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں ان کو جمع کردیا جائے کیونکہ ان کو دوسری دعاؤں پر بچند وجوہ ترجیح ہے۔

اول یہ کہ جب خود حاکم عرضی کا مضمون بتلا دیتا ہے تو اس کی منظوری میں پھر کوئی تردد نہیں رہتا۔ اس طرح جو دعائیں اللہ تعالیٰ نے بواسطہ وحی جلی یا خفی خود تعلیم فرمائیں تو بلا شبہ اقرب الی الاجابۃ ہیں۔

دوسرے ان میں جس قدر دینی ودنیوی ضرورتوں کی رعایت کی گئی ہے اگر ہم لوگ قیامت تک بھی سوچیں تو ممکن نہیں کہ ایسے جامع مضامین تجویز کرسکیں۔

تیسرے بعض اوقات مضمونِ دعا میں سوءِ ادب ہوجاتا ہے جس سے وہ اُلٹی وبالِ جان ہو جاتی ہے۔ غرض اپنی رائے اور قیاس سے مضمون معین کرنے سے اس قسم کا احتمال رہتا ہے اور جو دعائیں منصوص ہیں وہ ان خدشات سے منزہ ومبرّا ہیں اور افضل واکمل طریقہ یہی ہے کہ وہ دعائیں بعینہٖ انہی الفاظ سے پڑھی جائیں جس طرح منقول ہیں۔

(جاری ہے)

حقیقتِ تصوف

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

انسان رہنمائی کا محتاج ہے اور جو کچھ سیکھتا ہے وہ کسی ذریعے سے سیکھتا ہے۔ یہ سیکھنا ظاہر ہے کسی دوسرے انسان سے ہے۔ انسانوں کا ایک گروہ مشاہدہ، تجربہ، معلومات کو جمع کرنا، اس سے نتائج نکالنا اور اس کی روشنی میں میں آئندہ کے لئے اپنا لائحہ عمل متعین کرنا، اس ترتیب پر کام کرتا ہے۔ یہ چیز نسلاً بعد نسلاً پچھلے انسان کے لئے پہلے انسان سے سیکھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ تاریخِ انسانی میں انسانوں کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ ہماری تعلیمات عام مشاہدہ اور تجربہ کی حسی ترتیب سے وراالوریٰ ہیں اور ہم اس حسی ترتیب کے بالمقابل ایک الہامی ترتیب کو لئے ہوئے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر تخلیق کا خالق ہوتا ہے اور ہر فعل کا فاعل ہوتا ہے، اسی طرح اتنے بڑے کارخانۂ قدرت کا خالق ہونا بھی یقینی ہے اور جو افعال و اعمال ہو رہے ہیں اُن کا بھی ایک فاعل لابُدی اور ضروری ہے۔ اسی خالق اور فاعلِ حقیقی کی طرف سے اس کارخانۂ قدرت کے سب سے اہم رکن یعنی انسان کے لئے وحی کے ذریعے رہنمائی اس گروہ کی بنیاد ہے۔ اس گروہ نے اپنے دعوے کو اپنی جدوجہد سے عملی جامہ پہنا کر اور اپنے اصولوں اور تعلیمات کو عملی طور پر نافذ کر کے اس کے نتائج روزِ روشن کی طرح انسانوں کے سامنے پیش کئے ہیں۔ چنانچہ آج کے دنیا کے نقشے کو بھی اگر دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ آج کی آبادی کا ایک تہائی مسلمان، ایک تہائی عیسائی کچھ حصہ یہود اور دوسرے پیغمبروں کو ماننے والے ہیں۔ گویا آدھی سے زیادہ آبادی آج بھی ان انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں کی ہے۔ اس الہامی نظام میں انسان کی شخصیت کی تعمیر ہے۔ تاکہ یہ ایک کامل انسان بن کر اپنے اور دوسرے انسانوں کے لئے رحمت بن جائے اور اس دنیا کا نظام اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بن کر مثالی طریقے سے چلا کر اس کو امن و امان، راحت و آرام کا گہوارہ بنادے۔ شخصیت کی یہ تعمیر و اصلاح سارے پیغمبروں کے فرائضِ منصبی میں سے ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں جگہ جگہ آیا ہے۔

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے اُن پر تیری آیتیں اور سکھلائے اُن کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔

آیتیں پڑھ کر تعلیمات سے روشناس کرائے اور معنی کے ذریعے اُس کی حکمت بتلائے اور عملی مجاہدات سے گزار کر تزکیہ اور شخصیت کی تعمیر کرے۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝

(آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا، جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (ظاہری اور باطنی گندگیوں سے) ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور اُن لوگوں کو کتاب الٰہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ کی بعثت) سے پہلے صریح غلطی (یعنی شرک و کفر) میں (مبتلا) تھے۔

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝ (الجمعۃ: ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن کو (عقائدِ باطلہ اور گندی عادتوں) سے پاک کرتے ہیں اور اُن کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔

انسان بدن اور روح کا مجموعہ ہے۔ بدن کھانے پینے سے بنتا اور بڑھتا ہے، جبکہ روح اور حیات اس کے اندر سوچ، فکر اور جذبات کو جنم دیتی ہے۔ شخصیت کی تعمیر جسم روح دونوں کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے اور کامل انسان جسمانی روحانی دونوں لحاظ سے معیاری ہونا چاہئے۔ چنانچہ جس وقت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قیادت کے لئے منتخب فرمایا تو قوم نے اعتراض کیا کہ یہ غریب خاندان کا آدمی ہے جس کا جواب قرآن مجید میں اس طرح دیا گیا،

زادہٗ بسطۃً فی العلم و الجسم (البقرہ:۲۴۷)

یعنی وہ تم پر علمی اور جسمانی استعدادوں میں فوقیت رکھتا ہے۔

اس تربیت کے لئے انبیاء علیہم السلام تعلیمات کتاب و شریعت کی شکل میں لے کر آتے ہیں۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے وہ حواس خمسہ دیکھنا، سننا، چھونا، چکھنا، سونگھنا اس کے تحت کام کرتی ہیں۔ لیکن ان ظاہر حواس کے ساتھ جذبات کا جوش میں آنا ایک باطنی کیفیت ہے، جو غالب آ کر عقل کو متاثر کر دیتی ہے، مغلوب کر دیتی ہے بلکہ ماؤف کر دیتی ہے جس سے انسان کے سارے فیصلے بدل جاتے ہیں۔ جذبات کا جوش گزرنے کے بعد جب عقل کا ہوش بحال ہوتا ہے تو انسان اپنے مفادات کو اتنا نقصان پہنچا چکا ہوتا ہے اور مقصد سے اتنا دور جا کر گر چکا ہوتا ہے کہ اپنی جگہ تک آنا مشکل ہوتا ہے۔

یہ جذبات، جذبۂ غضبیہ اور جذبۂ شہویہ انسان کے حسی نظام (Neural Conrol) کے ساتھ ساتھ باقاعدہ ایک Humoral Control کی شکل میں ہیں۔ اور عروق (Hormones) اور غدود (glands) کا ایک پورا نظام ہے۔ Hormonal Archestra کی شکل میں کام کر رہا ہے۔ ان جذبات کے تحت خاص عروق (Hormones) غدودوں (glands) سے نکل کر اندر ایک کھلبلی اور ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جس کے آگے عقل کو ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں۔

شخصیت کی تعمیر سوچ کی تعمیر ہے اور جذبات کی تعمیر ہے۔ سوچ کی تعمیر معلومات

سے جبکہ جذبات کی تعمیر مجاہدات سے ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام سوچ کی تعمیر کے لئے معلومات دیتے ہیں جن کا حصول اور پھیلاؤ تدریس سے ہوتا ہے، لیکن جذبات کی تعمیر کے لئے مجاہدات کا نظام دیتے ہیں جس کا حصول عملی تربیت سے گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ تصوف کا موضوع مجاہدات سے گزار کر انسان کے جذبات کو قابو کر کے اعتدال پر لا کر اس سے کامل انسان بنانا ہوتا ہے۔

غضب کا جذبہ جو غصہ، عداوت اور نفرت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، انسان کو اپنے مفادات کے تحفظ، ظلم اور باطل کو مٹانے اور حق کو نافذ کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ غضب حد سے بڑھ جائے تو اسے تہور کہا جاتا ہے۔ تہور کے تحت انسان کشت وخون، ظلم وعدوان کے دریا میں بہہ جاتا ہے اور اپنے لئے نیز دوسرے انسانوں کے لئے جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ قوت غضب حدِ اعتدال (balance) سے نیچے ہو جائے اس کو اہلِ تصوف جبن یا بزدلی کہتے ہیں۔ ایسا انسان نہ اپنے مفادات کا تحفظ کر سکتا ہے نہ ہی حق وانصاف کا بول بالا کر سکتا ہے نہ ظلم وعدوان کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ غرضیکہ نہ اپنے لئے مفید نہ دوسروں کے لئے باعثِ راحت۔ جذبۂ غضبیہ کی معتدل صورت شجاعت ہے۔ یعنی جب جذبۂ غضبیہ انسان کے اندر جوش مارے تو یہ جوش ہوش کے تابع ہو اور انسان اس غصے پر قابو پا کر اسے مفید مقصد یعنی مفادات کا تحفظ، باطل کا مٹانا، حق کا غالب کرنا اس کے لئے استعمال کرے۔ لیکن یہ استعمال حد سے نکل کر مسائل نہ کھڑے کرے، مصیبت نہ بنے۔

جذبۂ شہویہ دو چیزیں ہیں، جذبۂ جنسیہ جو جنس اور sex کے مزہ کے گرد گھومتا ہے اور جذبۂ مفادیہ جو اپنی ذات کے لئے مفادات حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ جذبہ جنسیہ (sex) ظاہری بھوک کی طرح ہے جسے انسان شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے، ایسا مفید جذبہ ہے جو انسان کی نسل کی بقا کا ذریعہ ہے۔ یہ حد سے باہر نکل جائے تو اس کو تصوف میں بہیمیت (حیوان پنہ) کہتے ہیں (حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)۔ آئے دن اخبارات میں قتل وغارت، اغوا، ڈکیتی کی واردات اسی بہیمیت کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

اور یہ جذبہ حد سے گھٹ جائے تو اسے عنینیت یا نامردی کہتے ہیں۔ بندہ نے Depression کے سمجھ میں نہ آنے والے Problem cases کو جب Deeply interrogate کیا تو ان کے Depression کی وجہ ان کی عنینیت اور ازدواجی زندگی میں شکست خوردہ ہونا معلوم ہوا۔ جذبۂ جنسیہ کے اعتدال کو اہلِ تصوف عفت کہتے ہیں۔ عفت میں اس جذبے کو شریعت کے قواعد اور قوانین کے تحت استعمال کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ازدواجی زندگی کو جنت نظیر بناتا ہے۔ اور اس طرح معاشرے کی اہم اکائی (Unit) یعنی ایک پُرسکون خاندان وجود میں آتا ہے۔

جذبۂ مفادیہ اپنے فائدے کی چیزوں کو حاصل کرنے کا جذبہ ہے۔ اپنی ضرورت اور فائدے کی چیزوں کو حاصل کرنا ایک اہم کام ہے لیکن یہ جذبہ جب حد سے بڑھ جائے تو حرص بن جاتا ہے جس کے تحت انسان مفادات کا غلام بن جاتا ہے اور ہر جائز ناجائز طریقے سے اپنا مفاد حاصل کرتا ہے خواہ دوسرے کے مفاد کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔ یہ جذبہ بالکل کم ہو جائے تو آدمی ضروری مفادات کا ہی غم نہیں کرتا اس کو جمود اور تعطل کہتے ہیں۔ یہ بھی تفریط ہے۔ اس جذبہ کا اعتدال یہ ہے کہ جائز ذرائع سے محنت کر کے جو مل جائے اسی پر صبر شکر کرے۔ اس کو قناعت کہتے ہیں۔

گویا باطنی تربیت دو بنیادی جذبوں یا ملکات جذبۂ غضبیہ اور جذبۂ شہویہ کی تربیت ہے۔ تربیت ہو جائے تو شجاعت، عفت اور قناعت کے مقامات حاصلہو جاتے ہیں اور تربیت نہ ہو تو تہور، بہیمیت اور حرص انسان پر چھا جاتی ہے۔ شجاعت، عفت اور قناعت سے صبر، شکر، ہمدردی، عاجزی، اخلاص کی صفات انسان کے اندر ابھر جاتی ہیں۔ جبکہ تہور، بہیمیت اور حرص، بے صبری، کبر، حسد لالچ، کینہ اور ریا کو جنم دیتی ہیں اور اس طرح انسان کی شخصیت باطنی اور روحانی طور سے برباد ہو جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

ختنہ

(ڈاکٹر محمد طارق صاحب، سربراہ شعبۂ فزیالوجی، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

ختنہ ایک مسنون عمل ہے اور سارے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ بحیثیتِ مسلمان ہمارے لئے تو یہی بات کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے۔ لیکن پڑھا لکھا طبقہ ہر چیز کے فوائد ونقصانات کی جستجو کرتے رہتے ہیں۔ جدید طبی تحقیق کے مطابق عضوِ خاص کے کینسر اور دوسری بیماریوں فیموسز (Phemosis) اور پیرا فیموسز (Paraphemosis) کی شرح اُن لوگوں بہت زیادہ ہوتی ہے جو ختنہ نہیں کراتے اور ختنہ کئے ہوئے لوگوں میں ان بیماریوں کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ ایڈز (AIDS) جیسا موذی مرض بھی ختنہ نہ کرانے والے لوگوں میں بہت پایا جاتا ہے۔

آج کل لوگوں میں یہ غلط فہمی بہت عام ہے کہ ختنہ پیدائش کے ساتویں دن کرانا سنت ہے اور اکثر لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ فائدہ یہ بتاتے ہیں کہ بچہ کو کچھ خبر نہیں ہوتی اور جلدی ٹھیک بھی ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ساتویں دن ختنہ کرنا نہ سنت ہے اور نہ ہی طبی لحاظ سے مفید ہے البتہ جائز ہے۔ ہمارے دوست ڈاکٹر ریاض گل جو کہ بچوں کی بیماریوں کے ماہر (Paediatrician) ہیں نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ختنہ دو سال کے بعد کروانا بہتر ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب جو کہ بچوں کا سرجن (Paediatric Surgeon) ہے نے بتایا کہ یہ اضافی جلد (Prepuce) ابتدائی سالوں میں عضوِ خاص کے لئے حفاظت کا ایک قدرتی بندوبست ہے اور بچہ جب گھسٹنا شروع کرتا ہے تو بچہ کے عضو خاص کو زخمی ہونے سے بچاتا ہے۔ آج کل جب کہ پیمپرز (Pampers) کا استعمال بہت عام ہو گیا ہے تو اس میں بھی عضو خاص کو نقصان سے بچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کئی ایک بچوں کا دیکھا اور سنا کہ جن کا ختنہ پہلے مہینے میں کیا گیا تھا تو ان کو پیمپر کی وجہ سے عضوِ خاص پر زخم اور پیشاب کی نالی میں تکلیف ہوئی۔ میرے اپنے بھانجے کو پیشاب کی نالی میں تکلیف ہوئی۔ جب ڈاکٹر کو دکھایا تو اُس

نے کہا کہ اسکی وجہ پیمپر کا زیادہ استعمال ہے۔ اگر ختنہ نہ ہوا ہوتا تو یہ مسئلہ نہ ہوتا کیونکہ وہ اضافی جلد (Prepuce) زخمی ہونے سے بچاتی ہے۔

میرے پیرو مرشد ڈاکٹر فدا صاحب مدظلہٗ سے سنا کہ اُن کے متعلقین میں سے ایک صاحب کے بچے کو بار بار پیشاب کی نالی میں تکلیف ہوئی، دوبار آپریشن بھی کیا گیا مگر پھر بھی تکلیف ہوئی تو پھر علاج کرنے والے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ قدرتی حفاظت وقت سے پہلے ہٹادی گئی ہے جو کہ اس تکلیف کا سبب بنی ہے۔

اس بارے میں جب معلومات کیں تو اسوہ رسولِ اکرم ﷺ میں ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی نوراللہ مرقدہٗ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ عام طور پر لوگ لڑکے کا ختنہ تب کرتے تھے جب وہ خوب سمجھدار ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹر عبیداللہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس سلسلے میں دارالعلوم کراچی سے استفتاء کیا تو انہوں فتاویٰ ہندیہ کا حوالہ دے کر جواب دیا کہ بچہ کے ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے لے کر بارہ سال کی عمر تک ہے۔ اگرچہ سات سال سے پہلے بھی جائز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۶ سے آگے)

اور اگر یہ پیلے وسرخ رنگ کی وردی نہیں پہنیں گے، میلے کچیلے رہینگے تو پھر ان پاس کون آئیگا۔ تو یہ لوگ اس لیے نہیں کرر ہے کہ اس سے کسی کا دل خوش ہو یا کسی کی دل آزاری نہ ہو، ان کے لیے کوئی دعا ہو بلکہ وہ تو اپنا پیسہ کمانے کے لیے کرر ہے ہیں۔ تو کاروبار میں اور بازار میں برتنے کے لیے یہ کاروباری اور بازاری اخلاق ہے، حقیقی اور اُخروی نہیں۔

مسنون عمل پر اَجروثواب:

فرمایا کہ ایک بات متفق علیہ ہے کہ کسی کے مسئلے کے حل کے لیے دُعا مانگنا اور وظیفہ پڑھنا جائز ہے۔ دُعا مانگنا مسنون عمل ہے اُس پر اجروثواب بھی ہے اور اگر کام ہوا تو مزید فائدہ ہے۔ ورنہ اَجر و ثواب تو ہے ہی ۔ مگر ہم ضعفاء ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ کر دنیا بھی مانگتے ہیں۔ (جاری ہے)

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ "کشف الستر عن اوقاتِ العشاء و الفجر" (قسط۔۸)

(مفتی شوکت صاحب)

چوتھی علامت، تعمیم:

یہ دراصل صبح کاذب کی علامت ہے۔روایات اور احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں صبح صادق ہوگی تو اس سے پہلے ضرور صبح کاذب طلوع ہوگی۔ایسا نہیں ہوگا کہ سال کے دو مہینوں میں صبح صادق سے پہلے (وہ بھی گھنٹوں پہلے) تو صبح کاذب نظر آتی رہے اور باقی دس (۱۰) مہینے صرف صبح صادق ہو اور صبح کاذب کا نام ونشان ہی نہ ہو۔ہم نے ملک کے متعدد مستند مفتیان کرام سے اس حوالے سے رابطہ کیا تو مندرجہ ذیل مدارس نے جواباً تحریر فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صبح کاذب سال کے صرف دو مہینوں میں ہوگی باقی دس مہینوں میں صرف صبح صادق ہوگی، تو اس صاحب کا قول بالکل غلط ہے۔

(۱) دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی :

"صبح کاذب سال کے تمام مہینوں میں اور ہر موسم میں ظاہر ہوتی ہے۔جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ صبح کاذب صرف دو ماہ وسطِ اگست سے وسطِ اکتوبر تک ظاہر ہوتی ہے، انکو مغالطہ ہوا ہے۔دراصل صبح کاذب سے پہلے ایک روشنی ہوتی ہے، جسے انگریزی میں "زوڈیکل لائٹ" کہا جاتا ہے، وہ روشنی صرف دو ماہ ظاہر ہوتی ہے"

(فتویٰ نمبر ۱۳۱۵، مورخہ: ۳/۳/۱۴۲۷ھ)

(۲) جامعہ فریدیہ اسلام آباد:

"صورت مسئولہ میں کتب حدیث، فقہ اور فلکیات میں وضاحت کی گئی ہے کہ صبح صادق سے کچھ قبل صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہوتی ہے جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے۔فقہ اور فلکیات میں یہ وضاحت بھی ہے کہ صبح کاذب ہر موسم میں ہوتی ہے یعنی صبح کاذب کا ظہور سال کے چند مہینوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمیشہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب ہوتی ہے

----------۔الیٰ ان قال۔--------------۔'' اور جو صاحب فلکیات کے حوالے سے کہتا ہے کہ صبح کاذب دو مہینوں ، (وسط اگست تا وسط اکتوبر) میں ظاہر ہوتی ہے، اور دوسرے مہینوں میں ظاہر نہیں ہوتی ، حدیث ، فقہ اور فن فلکیات کے حوالے سے اسکی بات درست نہیں ہے کیونکہ صبح کاذب تمام مہینوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ نیز وسط اگست تا وسط اکتوبر ایک ، روشنی ظاہر ہوتی ہے وہ '' زوڈیکل لائٹ'' ہوتی ہے جسکی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے اسکا صبح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ صبح کاذب سے کافی پہلے ظاہر ہوتی ہے ، اس کے بعد صبح کاذب ظاہر ہوتی ہے''۔..........(فتوی نمبر ۱/۲۲-۱۰۹،مورخہ:۱۱/۳/۱۴۲۷ھ)

(۳) امدادالعلوم پشاور صدر

وسط اگست تا وسط اکتوبر میں مشرق کی طرف صبح کاذب سے کافی پہلے '' زوڈیکل لائٹ'' ظاہر ہوتی ہے جس کا صبح کاذب سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح یہ روشنی مغرب کی طرف وسط فروری تا وسط اپریل میں ظاہر ہوتی ہے۔.........(فتویٰ نمبر:۵۸۷۷)

(۴) جامعہ عثمانیہ پشاور

'' واضح ہو کہ بوقت صبح کاذب آفتاب افق سے 18 درجہ نیچے ہوتا ہے اور بوقت صبح صادق 15 درجہ نیچے ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق اور صبح کاذب میں تین درجہ کا فرق ہے جسکو آفتاب تقریباً بارہ (۱۲) منٹ سے سترہ (۱۷) منٹ کے وقت میں طے کرتا ہے............اس (صبح صادق) سے پہلے افق سے کافی بلندی پر نمودار ہونے والی مستطیل روشنی ظاہر ہوتی ہے جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے اور یہ صبح کاذب۔ فقہ اور فلکیات میں یہ وضاحت بھی ہے کہ صبح صادق سے صرف تین درجہ پہلے صبح کاذب نظر آتی ہے نیز یہ صبح کاذب ہر موسم میں ہوتی ہے اور روز کا معمول ہے''۔

(مورخہ:۲۵/۴/۲۰۰۶، فتوی نمبر ۳۲۸/۲۹۷،۲۰،۱۹/۲۰،۲۰/۲۰، سلسلہ وار : ۱۹۷۲)

کیا بروجی روشنی (Zodical Light) میں یہ علامت پائی جاتی ہے ؟

آیئے ہم ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی فلکی فلق سے قبل بروجی روشنی (Zodical Light) کو اس حوالے سے دیکھتے ہیں: جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب ”مکتوب جناب جاوید قمر صاحب“ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

(۱) ” جہاں تک صبح کاذب کا تعلق ہے یہ بالکل دوسری شئے ہے، بعض دفعہ ساز گار حالات میں (یعنی بالکل ہی صاف مطلع کی صورت میں اور کراچی جیسی جگہوں کیلئے اگست سے ستمبر تک) فلکی فلق کے طلوع (یعنی صبح صادق کے شروع) ہونے سے بھی کافی قبل ایک مدھم سی لیکن با ایں ہمہ خاصی واضح قسم کی روشنی مشرقی افق پر دیکھی جاسکتی ہے“..............(صبح صادق وصبح کاذب صفحہ نمبر ۱۹۲)

(۲) ”نارٹنز اسٹار اٹلس“ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

” فروری، مارچ کے زمانہ میں شام کے وقت (بعد غروب آفتاب) اور اگست ،ستمبر کے دوران صبح کے وقت شمالی نصف کرہ میں یہ زیادہ روشن تر دکھائی دیتی ہے“..............(صبح صادق وصبح کاذب صفحہ نمبر ۵٦)

(۳) حضرت مفتی رشید احمدؒ احسن الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”یہ ایک انعکاسی روشنی ہے جو سال بھر میں صرف دو ماہ وسط اگست تا وسط اکتوبر میں بعض مقامات پر نمودار ہوتی ہے“.......(احسن الفتاویٰ ج ۲،ص ۱۸۰)

یہ بات کہ ان کے نزدیک صبح کاذب (بروجی روشنی) سال کے چند مہینوں (وسط اگست تا وسط اکتوبر) میں نظر آتی ہے ان حضرات کو بھی مسلم ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کو اعتراض سے بچانے کیلئے جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کو یہ لکھنا پڑتا ہے۔ چھ چھ ماہ دن اور رات والے علاقوں پر قیاس کر کے تحریر فرماتے ہیں:

”عین اسی طرح سے صبح کاذب بھی سال بھر تک　ہر جگہ ہر مقام پر ساری دنیا میں

نظر نہیں آتی، اس لئے ذوڈیکل لائٹ (بروجی روشنی) کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ چونکہ یہ روشنی کسی مقام پر تو سال بھر تک نظر آتی ہے، اور کسی مقام پر چند ماہ کیلئے نظر آتی ہے، اس لئے اس کا اصطلاح شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے، سراسر مغالطہ ہے"۔ (صادق وصبح کاذب صفحہ نمبر ۱۲۴)

حالانکہ اس میں مغالطے کی کوئی بات نہیں ہے اوپر مستند حوالوں سے یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب ضرور نمودار ہوگی۔ یہ جو پروفیسر صاحب نے اعتراض سے بچنے کیلئے غیر معتدل خطّوں کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ: "اسی طرح صبح کاذب کا بھی پورا سال کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے" یہ قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے، کیونکہ پھر تو ان علاقوں میں صبح صادق اور کاذب کے علاوہ دیگر اوقات بھی مہینوں کے حساب سے تبدیل ہوتے ہیں تو کیا کوئی شخص انہی غیر معتدل ایام کا حوالہ دیکر صبح کاذب وصادق کے علاوہ باقی اوقات کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہے کہ باقی اوقات میں بھی ان ہی خطوں کی طرح بے ترتیبی اگر ہوگئی تو کوئی بات نہیں؟ بلکہ اس کے برعکس علماء کا فتوٰی یہ ہے کہ غیر معتدل خطوں میں قریبی ملک، جس میں اوقات خمسہ واضح طور پر ملتے ہوں، کے مطابق عمل کیا کریں۔ تو بعینہ اسی طرح غیر معتدل خطوں پر قیاس کر کے یہ بھی غلط ہے کہ................"عین اسی طرح سے صبح کاذب بھی سال بھر تک ہر جگہ ہر مقام پر ساری دنیا میں نظر نہیں آتی" ....علاوہ ازیں قیاس احادیث کے مقابلے میں حجت نہیں بن سکتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ بروجی روشنی پر صبح کاذب کی تعریف صادق نہیں آتی لہٰذا اس کو صبح کاذب اور پھر اس کو بنیاد بنا کر اس کے بعد ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی "فلکی فلق" کو صبح صادق نہیں قرار دیا جاسکتا۔۔۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

صبح صادق کی صحیح تشریح، حضرت سید صاحب کی زبانی: اگر یہ کہا جائے کہ یہ جو جناب سید صاحب نے تحریر فرمایا ہے: "صبح صادق کے وقت روشنی کی جو حدود قائم ہوجاتی ہیں وہ تا دیر قائم رہتی ہیں" یہی حقیقت میں صبح کاذب ہے جو ۱۸ درجے پر نمودار ہو کر جلد پھیلنے کی بجائے تا دیر اپنی حدود کے

اندر اسی جگہ قائم رہتی ہے تو کہنے والا حق بجانب ہوگا کیونکہ آگے جو تحریر فرمایا ہے وہی درحقیقت صبح صادق کی صحیح تعریف بن سکتی ہے۔ لکھتے ہیں:

”حتیٰ کہ یہ روشنی اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اس کے کناروں سے روشنی پھیلنے لگتی ہے یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب سورج افق سے پندرہ درجہ نیچے پہنچ چکا ہوتا ہے..................................(فہم الفلکیات ص۱۲۳)

مطلب یہ کہ جناب کاکاخیل صاحب فلکی فلق کی جو تشریح تحریر فرما گئے اس سے تو خود ہی یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کے بجائے وہی روشنی صبح صادق کہلانے کے زیادہ قابل ہے جو 15 درجے پر پھیلنا شروع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ مستطیر کی صفت تو اس روشنی کو حاصل ہوگئی۔ جیسا کہ خط کشیدہ عبارت سے واضح ہے۔۔۔۔ اور اس کے برعکس 18 درجے پر نمودار ہونے والی روشنی اس بات کی زیادہ لائق ہے کہ اس کو صبح کاذب کہا جائے کیونکہ اس کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے وہ صبح صادق کی ایک اہم اور ضروری نشانی (یعنی انتشار سریع) کے سراسر منافی ہے، یہ بھی خط کشیدہ عبارت سے بالکل واضح ہے۔

خلاصہ بحث : تمام بحث کا خلاصہ یہ ہوا، کہ ہم نے صبح صادق وصبح کاذب کے حوالے سے قرآن واحادیث کی روشنی میں مفسرین، فقہاء کرام اور دیگر محققین حضرات کی تشریحات کے مطابق جتنی بھی نشانیاں تحریر کی ہیں، ایک نشانی بھی ۱۸ درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی ”فلکی فلق“ کے اوپر صادق نہیں آتی۔ اسی طرح ”بروجی روشنی“ جس کو ان حضرات نے صبح کاذب قرار دیا ہے، صبح صادق سے کافی خاصہ وقفہ پہلے طلوع ہوتی ہے اس پر بھی روایات سے ثابت شدہ صبح کاذب کی تعریف صادق نہیں آتی۔ جب وہ صبح کاذب نہ رہی تو صبح کاذب کس کو کہا جائے گا۔۔۔؟ نتیجہ کے طور پر یہ حقیقت سامنے آگئی کہ 18 درجے کی بنیاد پر مرتب شدہ نقشے میں صبح صادق کا درج شدہ وقت دراصل صبح کاذب کا وقت ہے، اور صبح صادق اس سے تقریباً 15 تا 20 منٹ بعد طلوع ہوتی ہے۔

(جاری ہے)

ہمت و قدرت

(خطباتِ حکیم الامت: جلد اول)

ہمت وقدرت کی مسلمانوں میں آج کل بہت ہی کمی ہے، کہتے ہیں کہ فلاں کام ہم نے بہت کرنا چاہا مگر نہیں ہوا۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا صرف تمنا ہی تمنا کی۔ ارادہ اس کا نام ہے کہ جس اختیاری کام کا خیال کرتے ہیں، اسی کی دھن لگ جائے اور اپنی پوری کوشش اس میں صرف کر دے، ایسا کر کے پھر کوئی بتلائے کہ کام نہیں ہوا۔ اور اس کے بعد بھی کام نہ ہوا کرے تو دنیا کا کام کیوں کر چلے۔ اس لئے جو شخص یوں کہے کہ میں نے ارادہ کیا اور پھر بھی کام نہیں ہوا، میں اس کی بات کبھی تسلیم نہیں کروں گا بلکہ اس سے یوں کہا جائے گا کہ تم نے اس کام کی تمنا تو کی، ارادہ نہیں کیا۔ ایک شخص میرے پاس آئے جو بوڑھے ہو گئے تھے مگر بدنظری کی مرض میں مبتلا تھے۔ آج کل لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ جوان میں گناہ نہیں چھوٹتے تو بڑھاپے میں جا کر چھوٹ جائیں گے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جو گناہ جوانی میں نہیں چھوٹا وہ بڑھاپے میں کبھی نہیں چھوٹے گا۔ سو جو گناہ جوانی میں نہ چھوٹا حالانکہ ابھی اس کی جڑ کمزور ہے تو بڑھاپے میں کیا خاک چھوٹے گا جب کہ جڑیں مضبوط ہو جائیں گی اور چاروں طرف پھیل جائیں گی۔ نیز ایک بات تجربے کی یہ ہے کہ ہمیشہ عفت جوان آدمی کی قوی ہوتی ہے کیونکہ جس طرح جوانی میں تقاضا زیادہ ہوتا ہے اس کے روکنے کی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے اور بڑھاپے میں یاد رکھیئے کہ تقاضا کم نہیں ہوتا۔ اگر چہ وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا مگر تقاضے میں کمی نہیں آتی اور اس کے تقاضے کو روکنے والی قوت کم ہو جاتی ہے تو اور کچھ بھی نہ ہو بد نظری میں تو وہ شخص مبتلا رہے گا ہی۔ خصوصاً جب کہ عورتیں اُس کی نظر سے احتراز بھی نہیں کرتیں۔ چنانچہ بوڑھے آدمی سے پردہ بھی کم کرتی ہیں۔ بہت سے بہت وہ فعل نہ کر سکے گا مگر میں کہہ چکا ہوں کہ مدارِ معصیت ارادہ پر ہے۔ جب ایک شخص نے معصیت کا پختہ ارادہ کر لیا اور پھر بوجہ نا کارہ ہونے کے اسے پورا نہ کر سکا تو گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔ غرض وہ بوڑھے شخص مجھ سے ملے کہ اس کی کوئی سہل (آسان) تدبیر بتلاؤ کہ میں اس مرض سے نجات پاؤں۔ میں نے کہا کہ سہل کی قید سے تو یہ سلسلہ غیر متنا ہی چلے گا۔ آج آپ مرض کے ازالہ کی سہل تدبیر پوچھتے ہیں، کل کو اس تدبیر کو سہل کرنے کے لئے، اگر وہ

سہل نہ معلوم ہوئی، دوسری تدبیر پوچھیں گے۔اس میں کچھ دشواری پیش آئی تو پھر اس کی سہولت کے لئے اور تدبیر پوچھیں گے۔اس طرح تو مرض کا علاج نہیں ہوسکتا۔بس سہولت کی فکر نہ کیجئے بجز ہمت کے اس کا کوئی علاج نہیں۔ایک دفعہ پختہ عزم کر لیجئے کہ چاہے کتنی ہی تکلیف ہو ہرگز نگاہ اوپر نہ اُٹھاؤں گا۔اور جو کبھی اُٹھ جائے تو فوراً نیچے کر لیجئے۔اس ترکیب سے انشاء اللہ مرض زائل ہوجائے گا۔اس کے بغیر زوال ممکن نہیں۔وہ کہنے لگا کہ میں چھوڑنے پر قادر نہیں، ہمت کیسے کرسکتا ہوں؟میں نے کہا آپ غلط کہتے ہیں۔آپ یقیناً چھوڑنے پر قادر ہیں اور دلیل سے میں نے اس کو سمجھا دیا کہ آپ قادر ہیں۔دلیل یہ تھی کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ایک طرف تو یہ ارشاد ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا کہ حق تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔

دوسری طرف یہ ارشاد ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ کہ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔

ان دو آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ نگاہ نیچی کرنے پر بندہ قادر ہے کیونکہ اس کے متعلق حق تعالیٰ کا حکم ہے اور ان کا کوئی حکم طاقت سے زیادہ نہیں ہوتا۔میرے سامنے تو وہ اس دلیل میں تاویلیں نکالتے رہے مگر گھر جاکر انہوں نے اس میں غور کیا اور خط بھیجا کہ واقعی میں غلطی پر تھا۔انسان ہر گناہ سے بچنے پر قادر ہے البتہ پہلے پہلے کلفت ضرور ہوتی ہے اس کے بعد یہ کلفت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر عادت ہوجاتی ہے۔

انسان میں ارادہ وہ قوت ہے کہ اس کے ساتھ وہ تمام مخلوق پر غالب آسکتا ہے۔صاحبو!تمہارے ساتھ دو لشکر ہیں، ایک ملائکہ کا اور ایک شیاطین کا اور ان دونوں میں مقابلہ رہتا ہے۔ایک چاہتا ہے کہ تم کو بدی سے بچائے اور دوسرا چاہتا ہے کہ تم کو گناہ میں پھنسائے اور ان لشکروں کی ہار جیت تمہارے ارادے پر موقوف ہے۔جس کی طرف تمہارا ارادہ ہوجائے وہی غالب ہوجائے گا۔اگر آپ نے گناہ کا ارادہ کرلیا تو لشکرِ ملائکہ پسپا ہوگیا اب وہ غالب نہیں ہوسکتا اور اگر گناہ سے بچنے کا ارادہ کرلیا تو لشکرِ شیطان مغلوب ہوگیا اب وہ کبھی غلبہ نہیں پاسکتا۔افسوس! آپ میں اتنی بڑی قوت موجود ہے اور پھر آپ یوں کہتے ہیں کہ ہم گناہ چھوڑنے سے عاجز ہیں۔

(انتخاب:ابوالاسد،کوہاٹ)

ملفوظاتِ شیخ 〈حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم〉 (قسط۔۸)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

سیاسی لیڈر اور نبی میں فرق:

فرمایا کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ دُنیا میں کوئی کام مفاد کے بغیر نہیں کرتا۔ مفاد کیا ہے؟ دولت، شہرت اور سکوپ (Scope)۔ ہمارے زمانے میں خیبر میڈیکل کالج کے سال دوم میں فزیالوجی اور بایو کیمسٹری اور فارما کالوجی پڑھاتے تھے۔ اس میں دوائیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا اس کو Amine (اے مین) کہتے تھے۔ جو لڑکا لڑکیوں کو متاثر کرنے کیلئے بن ٹھن کے آتا تھا اس کو ہم سکوپُل امین کہتے تھے۔ سکوپ (Scope) یونیورسٹی کے نوجوانوں کی اصطلاح میں عورتوں میں مقبول ہونے کو کہتے ہیں۔ یعنی انسان دُنیا میں کوئی کام دولت، شہرت اور عورت کے جذبہ کے بغیر نہیں کرتا۔

نبی تمام تکالیف اور مصائب جھیل کر لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا معاوضہ کرتے ہیں، اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتے۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں اس کام یعنی دعوت اِلی اللہ پر آپ لوگوں سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا۔

سیاسی لیڈر جب نعرہ لگاتا ہے، تحریک چلاتا ہے تو مفاد کی خاطر اور دولت، شہرت، عورت کی خاطر کرتا ہے۔ مصائب، تکالیف اور قربانیاں یہ لوگ مزے حاصل کرنے کے لیے برداشت کرتے ہیں۔ نبی بھی دعوت اِلی اللہ کا نعرہ لگاتا ہے لوگوں کو ایک اللہ کے ساتھ جوڑنے کی تحریک چلاتا ہے لیکن یہ سب کچھ لوگوں کی دُنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے کرتا ہے، اپنی لیڈری کی دُکان چمکانے کے لیے نہیں کرتا۔ مصائب خود جھیلتا ہے اور فائدہ دوسرے اُٹھاتے ہیں۔ یہی فرق ہوتا ہے لیڈر اور نبی میں۔

مجالس کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ مسئلوں کو حل فرمادیتے ہیں:

فرمایا کہ بعض حضرات مجالس میں اپنا کوئی مسئلہ لے کر آتے ہیں کہ مسئلہ حل کرنے کا کسی کو کہیں گے۔ کسی آدمی کا اگر کوئی کام ہو تو میں اپنی طرف سے کوشش کرتا ہوں، کبھی کامیابی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ لیکن آدمی صرف اس نیت سے مجلس میں آیا ہو کہ مجلس میں جانے سے اللہ تعالیٰ مسئلے حل

کرتا ہے تو فوراً حل ہوجاتے ہیں۔ عجیب تجربہ ہے.....اور اگر کوئی صرف اس نیت سے آیا ہو کہ یہ اپنے تعلقات کو استعمال کرے گا تو وہ کبھی کامیاب ہوجاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ خیال ہوا کہ ہم مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں کسی دینی مجلس میں جائیں گے تو وہاں کی برکت سے اللہ حل کردیگا تو وہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ آنے والے کا اعتقاد ہوتا ہے تو اللہ اُس پر فضل فرمادیتا ہے۔ اعتقاد لے کر تو ہندو پتھر کے پاس جاتا ہے تو اُس کے مسئلے بھی پتھر سے حل ہوجاتے ہیں۔

شکرانے لے کر دَم کرنے سے نورانیت اور رُوحانیت ختم ھوجاتی ھے:

فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ بڑے اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے تھے، کوئی اُن کے پاس آجاتا تو اللہ تعالیٰ مسئلہ حل کردیتا تھا۔ دَم وغیرہ کرنا ساری باتیں کرتے تھے۔ اور نفعِ خلق کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھنا تاکہ اُن کی بیماری دُور ہوجائے، اِن کا کام بن جائے اور اس پر آدمی کوئی معاوضہ نہ لے رہا ہو تو اس پر اَجر وثواب بھی ہے کیونکہ یہ خدمتِ خلق کا کام ہے۔ شُکرانہ لینا بھی جائز ہے مگر پھر ثواب کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جو تصوف کے سلاسل والے ہوں اگر وہ شُکرانہ لے کر دَم کریں تو اُن کی نورانیت کم ہوتے ہوتے ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے کہ دَم سے پیسہ وغیرہ تو آجائیگا، موٹر بنگلہ وغیرہ تو ہوجائے گا مگر روحانیت نہیں رہے گی۔ تعلق مع اللہ ختم ہوجاتا ہے۔

اللہ والوں کی عجیب شان ھے:

فرمایا کہ اللہ والوں کی عجیب شان ہے، عام آدمی کیا اگر کوئی جانور کتے، بلی وغیرہ کو بِلا وجہ دکھ دے تو اس کا بھی اثر لیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بچھو پانی میں ڈوب رہا تھا، کسی اللہ والے نے اُس کو پانی سے اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔ اُس نے ڈنگ ماردیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت جی! آپ نے عجیب کام کیا کہ ڈنگ مارنے والے بچھو کو بھی آپ نے پانی سے اُٹھا کر نکال دیا اور اُس نے ڈنگ بھی ماردیا۔ تو جواب دیا کہ اُس نے اپنا کام کیا، میں نے اپنا کام کیا۔ شرعاً بچھو کو مارنا جائز ہے بلکہ اس کے مارنے میں ثواب بھی ہے۔ ڈنگ مارنے والی اشیاء کے مارنے میں ثواب ہے۔ مگر بعض بندوں کا کرم اور ترس ”وحدت الوجودی“ ہوتا ہے کہ اُس پر بھی ترس آرہا ہے۔

فقراء کی مجلس میں غصہ آنا خطرے کی بات ھے:

فرمایا کہ قیصر صاحب (سلسلے میں بیعت مرید) ہمیں قصہ سُنا رہے تھے کہ صوابی مَیرہ کے خوانین میں سے ایک صاحب تھے، بڑی زمین و جائیداد کے مالک تھے۔ایک دفعہ اپنے دو بیٹوں کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئے تو اُنھوں نے ان کو چائے پیش کی۔ایک بیٹے کے آگے کی تو اُس نے کہا کہ 'نہیں پیتا ہوں' اور پیشانی پر بَل لایا۔اور دوسرے کو دی تو اُس نے پی لی۔ان بزرگ نے کہا کہ حاجی صاحب تیرے اِس بیٹے سے خطرہ ہے۔تو واقعی اُس سے قتل ہُوا، مفرور ہوا اور بڑی بدنامی کا باعث بنا۔اور دوسرا بڑا کاروباری ہے۔اپنے برابر کے آدمی پر غصہ آئے تو خیر لیکن فقراء کی مجلس میں غصہ آئے تو یہ خطرے کی بات ہوتی ہے۔بعض اوقات تو یہ لوگ کسی امتحان کے لیے بھی آدمی کو سخت باتیں کہہ دیتے ہیں۔

مسنون طریقه:

فرمایا کہ ایک دن کوئی پیروں کی اُنگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ایک ساتھی نے اسے بتایا کہ ایسے نیچے سے کرتے ہیں۔تو دوسرا ساتھی کہنے لگا کہ اُوپر کی طرف سے بڑا آسان ہوتا ہے۔میں نے کہا کہ تم اُوپر سے کرو ہمیں کیا ہے۔ہم نے تو آپ کو مسنون طریقہ بتایا ہے کہ ایسے نیچے سے کرنا ہوتا ہے۔ایک بزرگ تھے جنہیں کچھ عرصہ کے بعد پتہ چلا کہ خلال تو ایسے نیچے سے کرنا ہوتا ہے تو اُنھوں نے اپنے کئی سال کی نمازیں دُہرائیں کہ میرا وُضوا یک مستحب کے خلاف ہُوا ہے۔ لہٰذا اُس کو دُرست کرنا چاہیے کہ کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ پوری ہو جائے حالانکہ دُہرانا ذمہ نہیں تھا۔

اخلاق اور مفاد:

فرمایا کہ عادت اور خصوصیت اِس کو کہتے ہیں کہ آدمی کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں ہو۔ بزرگوں نے لکھا ہوا ہے کہ انکی خدمت کرنا آسان ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات بزرگوں کی خدمت ذریعہ کِبر بنتی ہے۔لوگوں میں مشہور ہوتا ہے کہ فلاں بزرگ کے خادم ہیں جی۔اور یہ بھی بڑے فخر سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہم نے فلاں بزرگ کی خدمت کی ہے۔وہ اِس لیے کہ یہ بزرگ تھے لہٰذا ہم بھی اب بڑے آدمی ہیں۔بزرگوں کی خدمت جو کرنی ہوتی ہے تو اُن سے خدمت سیکھنے کے لیے کرنی ہوتی ہے تا کہ اس

سے ساری مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے لگے۔ جب تک ہمارے اور آپ کے دل میں ساری مخلوق کے لیے ایسا ترس نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے بال و بچوں کے لیے، اپنے ماں باپ کے لیے اور ایسا لحاظ و ادب جیسا کہ اپنے مشائخ کے لیے ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو یہ آپ نے اخلاق نہیں سیکھا ہے بلکہ مفاد سیکھا ہے۔ کیونکہ بزرگوں کے پاس بھی مفاد نظر آرہا ہے۔ دعا قبول ہو جائیگی۔ کام بن جائینگے۔ چلو بزرگی مل جائیگی۔ اگر دنیاوی مفادات سامنے نہ ہوں تو روحانی مفادات تو سامنے ہیں اور اُس وجہ سے آدمی جھک رہا ہے، خدمت کر رہا ہے۔

آپ دو بھکاریوں کو دیکھیں گے کہ ان میں سے ایک بھکاری بڑا سر جھکائے کہہ رہا ہے۔ غریب ہوں، تنگ دست ہوں، مر رہا ہوں۔ فاقے میں ہوں اور دوسرا بھکاری اُدھر کہہ رہا ہے۔ غریب ہیں، تنگدست ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دونوں جب ایک دوسرے کے علاقے میں اگر اکٹھے ہو گئے۔ تو دونوں نے ایک دوسرے کو خوب گالیاں دیں اور ایک دوسرے پر غصہ ہوئے۔ اُس وقت اندازہ ہوا کہ یہ اُن کا اصلی مزاج ہے۔ اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھیک مانگنے تک پہنچایا ہوا ہے۔ یہ اُن کا باطن ہے جو ذلت، بے عزتی اور گالیاں دینا اور ناترسی اور کسی پر رحم نہ کرنا، اِسی وجہ سے اَب بھیک مانگنے کے حالات آئے ہوئے ہیں۔ اور وہ ان کا مفادات کے لیے گردن کو ٹیڑھا کرنا اور منہ ٹیڑھا کرنا اور عاجزی کرنا اور مانگنا وہ اُن کا پیشہ ہے۔ لہٰذا یہ اخلاق نہیں ہیں بلکہ پیشہ ہے۔

کسی شخص پر ذمہ واری ڈالنے کے لئے اسکی استعداد اور صلاحیت کو دیکھنا ھوتا ھے

فرمایا کہ ایک دفعہ ساتھیوں نے ایک لڑکے کے بارے میں کہا کہ یہ فلاں علاقے کا خان ہے اور یہ شخص شیخ القران کے درسوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور یہ بڑے دیندار لوگ ہیں۔ اور تبلیغ میں بڑی اچھی تقریر بھی کرتا ہے۔ اس کو ڈاکٹر صاحب امیر بنائیں۔ میں نے کہا! اچھا اِنشاء اللہ۔ اس لڑکے سے میں نے کہا کہ ساتھی شبِ جمعہ میں جا رہے ہیں، آپ کھانا لے کر آئینگے۔ خیر اس لڑکے نے کھانے کے دیگچے وغیرہ بھرے اور سر پر رکھ کر شبِ جمعہ آیا۔ خدمت پر جب کھڑا کیا تو اُس کو میں نے کہا کہ دیکھو جی اِتنا لمبا تمہارا قد ہے۔ اور خدمت کرنی تمہیں آتی نہیں، یہ ہے، وہ ہے وغیرہ۔ غرض اس

طرح لتاڑنا شروع کیا۔ میری ان باتوں سے اُس کو غصہ آنا شروع ہوا۔ اور میں اِس کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں کہ اس کا مزاج خراب ہو رہا ہے........ ہو رہا ہے۔ اُس کا مزاج بہت زیادہ خراب ہوا۔ یہاں تک کہ اُس کا کام ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ پیچھے مڑا اور اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! بس خدا کے لیے اِتنا کافی ہے، اِس سے آگے اور کوئی بات نہ کرنا۔ تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو آپ امیر بنانا چاہتے تھے۔ اِس میں استعداد و صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ واقعی۔ اندازہ ہوا کہ یہ شخص نہ کام میں چل سکے گا اور نہ ہی سنت زندگی اختیار کر سکے گا۔ اور وہ شخص ابھی تک اُسی طرح کی زندگی گزار رہا ہے۔

کاروباری وبازاری اخلاق اور اُخروی وحقیقی اخلاق میں فرق:

فرمایا کہ یورپ کے لوگ بازاروں میں اخلاق برتتے ہیں۔ دیانتداری برتتے ہیں وہ اس لیے کہ وہاں کی منڈی میں مقابلہ اِس چیز کا ہے۔ کاروبار اُس آدمی کا چلتا ہے جو کہ Fair (دیانتدار) ہو۔ کاروبار چونکہ اُسی کا چلتا ہے اِس لیے اُنھیں اس چیز کو اختیار کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کو وہ انسان کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو نہیں کر رہے اور نہ ہی آخرت کو بنانے کے لیے کر رہے ہیں۔ یہاں پر ایک پٹرول پمپ ہوتا تھا جس پر میں گاڑی میں پٹرول ڈلوانے کے لیے جایا کرتا تھا۔ پمپ کا ملازم اکثر کہتا تھا کہ آگے ہو جاؤ، پیچھے ہو جاؤ۔ گاڑی ٹھیک سیدھی نہیں کھڑی کر سکتے وغیرہ۔ یہودیوں کا پمپ Shell جب بنا تو اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو وردی پہنا کر کھڑا کیا۔ اور اپنے سٹاف کو آنے والے کو سلام کرنے کی ترغیب دی۔ گاڑی کا شیشہ دھونا شروع کیا، تو اِن کے مقابلے میں جب وہ آئے تو پھر اِن لوگوں نے بھی اپنے آدمیوں کو وردیاں پہنائیں اور بات کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ تو اس لیے نہیں کہ آدمی کی عزت کریں اور ان کو اجر و ثواب ہو، کہ یہ لوگ انسان ہیں، مسلمان ہیں بلکہ دوسرا آدمی کاروباری میدان میں پیسہ ان سے مار رہا ہے۔ اور انکے پاس تو کوئی آئیگا ہی نہیں۔ اور یہ ایسے کے ایسے ہی رہ جائیں گے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

خواب اور پیغام

۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد سقوط ڈھاکہ ہوا اور پاکستان دو ٹکڑے ہو گیا۔اس غم نے حساس لوگوں کے دل میں سوراخ کر دیا کیونکہ نوے ہزار فوج ہتھیار ڈال چکی تھی اور یہ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا۔اصحابِ بصیرت سے یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ ایوب خانی مارشل لاء اور دورِ حکومت میں آزادی رائے کو دبائے رکھا اس دوران بھارت نے مشرقی پاکستان میں اپنے ہندو سکول ماسٹروں اور کالجوں کے پروفیسروں کے ذریعے علیحدگی کی تحریک کا جال (Network) تن لیا۔ایوب خان سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ دوبارہ مارشل لاء لگا دیا اور اقتدار ایک نا اہل شرابی کبابی جرنیل یحیٰ خان کو منتقل کر دیا۔ایوب خان بیچارہ کیا کرتا ملکی مفاد سے زیادہ اُس کو اپنی جان بچانے کی فکر تھی اور یہ بات اُس کو مارشل لاء کی چھتری کے نیچے ہی حاصل ہو سکتی تھی۔جب انتخابات کے نتائج کو نہ مانا گیا اور کشت وخون کا راستہ اختیار کیا گیا تو اس کا نتیجہ اس ذلت کی شکل میں نکلا۔

اس واقعے نے پوری قوم کے اعصاب جھنجوڑ دئے تھے۔ملک میں ایسی اذیت، دکھ اور کرب کی کیفیت طاری تھی کہ ہم، جن لوگوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے، ہم ہی جانتے ہیں۔ہر دردمند دل قوم کو اس کیفیت سے نکالنے کے لئے فکرمند تھا۔اس سلسلے میں تبلیغ والے حضرات نے دو سو آدمیوں کا قافلہ چلایا جس نے پورے ملک کا دورہ کر کے بڑے بڑے شہروں میں جگہ جگہ کئی اجتماعات کر کے یہ پیغام پہنچایا کہ مسئلے کا حل گناہوں پر توبہ تائب ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔پشاور کے علاقہ نوتھیہ کی لیونو بابا مسجد میں اجتماع منعقد ہوا۔اس اجتماع میں جناب حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب سنایا۔یہ خواب بعد میں ماہنامہ بینات کراچی کے شمارہ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ (مئی ۱۹۷۲ء) میں حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے کالم ''بصائر وعبر'' میں شائع کیا گیا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

کچھ دن ہوئے لاہور سے ایک صاحب کا گرامی نامہ موصول ہوا، ہم اس مکتوب اور اس کے

ساتھ منسلکہ خواب کو بصائر وعبر کی مناسبت سے یہاں پیش کرتے ہیں،

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں مشرق کی جانب رخ کیے ہوئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ ان کی دائیں جانب کھڑے ہیں، علماء کا ایک گروہ بھی حاضر خدمت ہے، ایک عالم دین کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کررہے ہیں، واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں: ''پھر یا رسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک (ڈھاکہ میں) میں داخل ہوگئیں۔'' تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپؐ کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہوجاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپؐ علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرماتے ہیں: ''اس حادثۂ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں، مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لیے نہیں بھیجا گیا۔'' پھر آپؐ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا، آپؐ فرماتے ہیں:

''تمھیں معلوم ہے تمہاری اسی مملکت میں میری نبوت کا مذاق اُڑایا گیا، میرے صحابہؓ کو گالیاں دی گئیں، اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''اے جماعتِ علماء! امت کو میرا یہ پیغام پہنچادو کی جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے...... اغنیاء جب تک بخل، حق تلفی اور بے حیائی ترک نہیں کریں گے...... علماء جب تک کتمانِ حق (حق کو چھپانا)، حرصِ دنیا اور ریاکاری وخودنمائی سے باز نہیں آئیں گے...... عورتیں جب تک بدکاری، ناچ رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی و بے پردگی نہیں چھوڑیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمالِ شرکیہ سے توبہ نہیں کرے گی خوب یاد رکھو اس وقت تک عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکتی۔''

آپؐ نے فرمایا: ’’تم مجھے ان باتوں کے ترک کردینے کی ضمانت دو، میں تمھیں دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو خوب یاد رکھو عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورتِ نفاق آنے والا ہے، جس سے تمھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔‘‘ (العیاذ باللہ۔العیاذ باللہ)

اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَّاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

اس آیت کے سنتے ہی ہم سب پر گریہ طاری ہوگیا، ہم رو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ آیت دہرا رہے تھے:

وَتُوبُوا جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

اور اے مسلمانو! (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس سے ملتا جلتا خواب دیکھا ہے اس میں بھی یہی آیتیں اُن کو بتائی گئی ہیں۔

رزق میں برکت کے لئے ایک مجرب عمل

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہؒ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ بہت مجرب عمل ہے۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ (شوریٰ:۱۹)

(از سنہری باتیں: مفتی فدا محمد صاحب)

تبصرہ کتب

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

کتاب 'بصائر السنہ' جناب سمیع الحق صاحب کی طرف سے ملی ۔کتاب جناب حضرت مولانا سید محمد امین الحق صاحب طوروی دیو بندی کی تصنیف ہے ۔حضرت موصوف حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ دیو بند سے فارغ ہوئے تو ہندوستان میں شُدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چل رہی تھیں ۔جن کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا تاکہ اُن کا نام ونشان ہی مٹ جائے۔ حضرت نے اکابرِ دیوبند کے ساتھ مل کر ان کی تحریکوں میں پوری قوت اور جوش وخروش کے ساتھ کام کیا۔واپسی پر شیخوپورہ میں قیام فرما کر ایک مسجد کی امامت سنبھال لی اور تحریک پاکستان کے لئے کام شروع کر دیا۔اس کی پاداش میں آپ کو انگریز کی مملکت سے ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ عرصہ آپ نے افغانستان میں گذارا اور خوب اشاعتِ دین کا کام کیا۔صافیوں کی بغاوت کے دوران مسلح جہاد میں بھی شامل ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد شیخوپورہ والوں کے اسرار پر دوبارہ وہاں تشریف لے گئے۔

مذکورہ کتاب پرویزی فتنہ کے خلاف ہے۔ عام طور پر ہمارے کالجوں ، یونیورسٹیوں میں کہا جاتا ہے کہ علماء نے مسٹر غلام احمد پرویز پر کفر کا فتوٰی تو لگا دیا لیکن دلائل کے میدان میں اس کے خلاف کام نہیں کیا۔کتاب کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۵۷ء کی ہے۔گویا اس وقت ہمارے علماء نے یہ کارنامہ انجام دے دیا تھا۔کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ پڑھنے والے پر مسٹر پرویز کی جہالت اور حماقت خود بخود کھل جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔

صالح پسماندگان اپنے پیش رؤں کے لئے اجروثواب کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جناب سمیع الحق صاحب نے یہ دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۸ء میں شائع کر کے اپنے اکابرین کے لئے اجروثواب اور رحمت کا دروازہ کھول دیا۔

تحقیق وتعلیق کرنے والے جناب ڈاکٹر ابوسلمان سراج الاسلام حنیف صاحب کے لئے دعا ہے کہ اللہ علم وعمل میں برکت نصیب فرمائے۔

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مسلم خواتین کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات (حصۂ اوّل)

(عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا نہ مانے گا تو وہ صریحاً گمراہ ہوگیا۔ (پارہ:۲۲، رکوع:۲)

پردہ کے احکام: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہہ دیجئے ایماندار مردوں سے کہ اپنی آنکھوں کو نا محرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں (یعنی ایسی عورتوں کو کھلے طور نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہوسکتی ہوں اور ایسے موقع پر نگاہ کو پست رکھیں) اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح بھی ممکن ہو بچائیں (ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچائیں یعنی نا محرم کے گانے بجانے اور خوشحالی کی آوازیں نہ سنیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں جس طرح کہ دوسری نصوص میں ہے) یہ طریقہ (نظر اور دل کے پاک رہنے کے لئے) عمدہ ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور ایسا ہی ایماندار عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں (نیز اُن کی پُرشہوت آوازیں نہ سنیں جیسا کہ دوسری نصوص میں ہے) اور اپنی ستر کی جگہ کو پردے میں رکھیں اور زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں سوائے اس کے جو ظاہر ہے (یعنی آنکھیں) اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح لیں کہ گریبان سے ہوکر سر پر آجائے (یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں) یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔ اور (دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ) اے مسلمانو! خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو سب کے سب (اور اس سے دعا کرو تاکہ ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے) اُمید ہے کہ تم فلاح پاؤ اور زنا کے قریب مت جاؤ (یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے خیال بھی دل میں پیدا ہوسکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو) زنا نہایت درجہ کی بے حیائی ہے، زنا کی راہ بہت بری ہے (یعنی منزلِ مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری اُخروی منزل کے لئے سخت خطرناک ہے)۔

(القرآن)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! آپؐ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی

رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ اُن کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو سب کی خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی آبرو کی حفاظت کیا کریں اور اپنا حُسن و جمال نہ دکھایا کریں مگر جو چیز اس میں (غالباً کھلی ہی رہتی ہے جس کے ہر وقت چھپانے میں دشواری ہے یعنی آنکھیں) اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنے حُسن و جمال کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اُن کے جو شرعاً محرم ہیں۔اور مسلمانو! (تم سے جو اِن اعمال میں کوتاہی ہوگئی ہوتو) تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ورنہ معصیت (گناہ) مانع فلاحِ کامل (مکمل کامیابی میں رکاوٹ) ہو جاتی ہے۔ (القرآن)

حضرت اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں اور حضرت میمونہؓ بھی آپؐ کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ (نابینا) آگئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ ابن اُمِّ مکتومؓ سے پردہ کرو۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ تو ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کہ تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لئے (گھر سے) باہر نکلنے میں کوئی حصہ نہیں مگر بحالت اضطرار و مجبوری (اسی حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ) عورتوں کے لئے راستوں میں (چلنے کا) کوئی حق نہیں سوائے کناروں کے (یعنی بحالتِ مجبوری بھی نکلیں تو راستہ کے بیچ میں نہ چلیں تا کہ مردوں سے اختلاط نہ ہو)۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نامحرم عورتوں کے پاس مت جاؤ۔ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دیور کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے یعنی اس سے بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے غیر عورتوں کے ساتھ تنہائی میں رہنے سے بچو۔قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جب بھی کوئی مرد کسی غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو اُن کے درمیان تیسرا شیطان آداخل ہوتا ہے (اور جال پھیلانے لگتا ہے)۔

عورت کا سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔غیر محرم کے سامنے بدن کھولنا درست نہیں (سر کے بال کھلے رکھنے پر فرشتوں کی لعنت آتی ہے غیر محرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولنا چاہئے)۔

(اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ سے محمد الطاف حسین صاحب کا انتخاب) (باقی آئندہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں ۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]